رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۵

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ ط وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ

ظلمتیں کافور ہو جائینگی اک دن دیکھنا | عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا | میں بھی اک نورانی چہرہ کے پرستاروں میں ہوں

الفضل

دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا (الہام مسیح موعود)

چندہ مقامی خریداروں سے ساڑھے چار روپے

چندہ غیر ممالک سے سات روپے

مضامین بنام ایڈیٹر اور باقی تمام خط و کتابت بنام مینجر الفضل قادیان ضلع گورداسپور کے پتہ پر ہو

آخری زمانہ میں ایک رسول کا مبعوث ہونا ظاہر ہوتا ہے اور وہی مسیح موعود ہے (حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۵)

جلد ۲ | ۳۰ مئی آیت وار ۱۹۱۵ء مطابق ۱۵ رجب المرجب ۱۳۳۳ھ | نمبر ۱۴۶

مدینۃ المسیح

حضرت فضل عمر کی طبیعت اچھی ہے۔ خطبہ جمعہ میں حضور نے فرمایا کہ جو جماعت انعام الٰہی سے حصہ پانے والی ہے اسے ابتلاؤں کے لئے بھی تیار رہنا چاہئیے۔

۲۔ ۲۷ مئی صبح ۷ بجے میر محمد اسحٰق صاحب۔ ماسٹر عبدالرحیم صاحب۔ برادر حیر محمد خان جاپہور حسب ارشاد خلیفۃ المسیح کسی انجمن اسلامیہ میں وعظ کے لئے گئے اللہ تعالیٰ کامیاب و کامران واپس لائے۔

۳۔ عمارت کا پانچ ہزار جو باقی تھا وہ گورنمنٹ کی طرف سے ملگیا جس کے لئے ہم ان افسروں کے ممنون ہیں جنکے متعلق اس رقم کی منظوری تھی امید ہے اب خوشنما ہال کیساتھ مدرسہ کی عمارت بھی مکمل ہو جائیگی۔

۴۔ میر قاسم علی صاحب اور سید سرور شاہ صاحب جو تبلیغی دورہ

اخبار احمدیہ

۱۔ ماسٹر قادر بخش صاحب لدھیانوی لکھتے ہیں کہ ۲۰ اپریل کا خطبہ جمعہ پڑھکر یہ عاجز اپنے اندر توفیق پاتا ہے کہ اپنا مکان اشاعت اسلام کے لئے نذر کروں سو آپ اسکا کرایہ مقرر کر دیں جو میں ادا کر دیا کرونگا۔ جزاہ اللہ احسن الجزا

۲۔ ایک احمدی نے لکھا کہ قرآن شریف پڑھنے کے قابل نہ رہا تھا میںنے اسے جلا دیا اب گاؤں میں شور برپا ہے فرمایا ایسا کرنا جائز ہے۔ حضرت عثمان کے عمل سے یہ بات ثابت ہے جو سب کو مسلّم ہے۔

۳۔ ایک احمدی نے لکھا ہے کہ ایک غیر احمدی مولوی کا اعتراض ہے کہ مکہ معظمہ میں تو ہمیشہ سچا دین رہیگا اور وہ احمدی نہیں اسلیئے احمدی جھوٹے ہیں فرمایا جو کہتا ہے کہ مکہ معظمہ والوں کے ہمیشہ سچے دین پر قائم رہنے کی پیشگوئی ہے وہ جھوٹ بولتا ہے۔

۴۔ ایک ۸۰ سالہ بوڑھا اپنے بہت سی معذوریاں دربارہ عبادات پیش کرتا ہے فرمایا۔ جس حد تک انسان مجبور ہوتا ہے اس حد تک اس سے کوئی بازپرس نہیں۔

۵۔ ایک صاحبکو لکھوایا کہ سود سوائے اشاعت اسلام کے اور بھی موجودہ صورت حالات میں اور کسی جگہ خرچ کرنا جائز نہیں۔

۶۔ مکرم معظم غلام مصطفٰے صاحب تمیم گھمیانہ سے اپنے بھائی و دیگر متعلقین کے حق پالینے کے لئے دعا کی درخواست کرتے ہیں

۷۔ مولوی فضل الرحمٰن صاحب ہیلان سے لکھتے ہیں کہ واقعات سے ثابت ہو رہا ہے اور دل پکار اٹھے ہیں کہ آپ قدرت ثانیہ ہیں بہت سے متردد نفوس خود بخود

باہتمام شیخ عبدالرحمٰن پرنٹر پبلشر مطبع ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپکر شائع ہوا

سلسلہ حق کی طرف رجوع کر رہے ہیں۔ بلا ریب آپ کو اللہ نے اس منصب عالیہ پر متمکن کیا ہے جھوٹے ہیں وہ اشرار جو حضور کی مخالفت کرتے ہیں۔ میرے ایک چچا زاد بھائی جو سلسلہ عالیہ کے مخالف ہی نہیں بلکہ معاند تھے۔ وہ بیعت کی درخواست کرتے ہیں۔

۸۔ تیرہ سے ایک دوست اطلاع دیتے ہیں کہ یہاں ہیضہ کا زور ہے خدا ہمارے دوستوں کو بچائے۔

۹۔ ایک دوست کو لکھوایا کہ میونسپل کمیٹی کے ممبروں کے بارے میں یہ دیکھنا چاہیئے کہ کون مفید اور فرض منصبی کو ادا کرنے والا ہے۔ اگر ایک ہندو یا عیسائی کسی مسلمان سے زیادہ نفع رسان ہو تو پھر وہ کیوں نہ ہو۔

۱۰۔ شیخ غلام احمد صاحب ۲۹ مئی حافظ آباد تھے۔ کیمبل پور سے سید احمد شاہ صاحب کی بیعت بھجوائی۔ راولپنڈی کے ایک نوجوان برہمن نے قبول اسلام کا ارادہ ظاہر کیا راولپنڈی کا پبلک لیکچر جس میں وکلاء بعض رؤسا ہر مذہب و فرقہ کے تھے بخیر و خوبی ہوا

۱۱۔ ایک دوست لکھتے ہیں۔ اس سال ژالہ زدگی سے بہت سے گاؤں تباہ ہو گئے ہیں۔ بعض لوگوں کو ایک ایک سیر بھی غلہ نہیں آیا۔ ایک شخص کے ۵۰ کیلے کاشت تھی۔ کچھ بھی گندم نہیں ہوئی۔ ژالہ زدگی سے درخت کریر کی ٹہنیاں تک گر گئیں۔

۱۲۔ ایک صاحب نے لکھا ہے کہ میں ایک سو گیارہ دفعہ بعد نماز عشاء درود شریف اور اتنی دفعہ سورہ لایلاف اور پھر اتنی بار درود کشائش کے لئے پڑھتا رہا ہوں خواب آیا۔ کہ بندوق سے آسمان کی طرف نشانہ لگاتا ہوں مگر بندوق چلی نہیں صرف دھوآں ہی دھوآں ہو گیا۔ کسی نے کہا ٹوپی پرانی ہے اسلئے یہ صورت ہے۔ ہمارے دوست کو معلوم ہو کہ یہ نبوت کا زمانہ ہے جیسے رسول اللہ کی بعثت اول کے وقت کوئی ورد وظیفہ نہ تھا۔ ایسا ہی اب بھی ورد وظیفہ نہ چلیگا۔ یہ فیج اعوج کی باتیں ہیں اسی لئے حضور نے جواب میں لکھا کہ اصل وظیفہ دعا ہے دعا ہی سے سب کام ہوتے ہیں۔

۱۳۔ بابا محمد حسن صاحب واعظ لکھتے ہیں کہ اوجلہ وعظ کیا۔ پھر جالندھر پہنچا۔ پھر بنگہ وہاں دو تین روز تبلیغ کی۔ چندہ جمع کرتا رہا پھر راہوں پہنچا وہاں کام کر کے کریم پور پہنچا۔ اسجگہ چندہ کر کے لنگڑوعہ پہنچا پھر سڑوعہ وارد ہوا۔ یہاں سے فارغ ہو کر پنام پھر بیرم پور جہاں ایک بڑے مجمع میں تبلیغ کی دو آدمیوں نے بیعت کے خطوط لکھے ہیں پھر کریام پہنچکر وعظ کیا۔ ایک آدمی بیعت میں داخل ہوا۔ ساڑھے منی آرڈر کر چکا ہوں ایک سو کا منی آرڈر اور بھجواؤنگا۔

مختلف خبریں

لنڈن ۲۵ مئی۔ وزیر اعظم نے سامان حرب کی وزارت قائم کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے اور مسٹر لائیڈ جارج اس محکمہ کے عارضی اہتمام کے دوران میں وزارت مال کے عہدہ سے دست بردار رہینگے۔

جدید مجلس وزراء۔ ملک معظم نے ذیل کی مجلس وزراء کے متعلق منظوری صادر فرمائی ہے

مسٹر ایسکوئتھ (وزیر اعظم و لارڈ اول خزانہ) لارڈ لینسڈاؤن (فی الحال کوئی قلمدان سپرد نہیں ہوا۔ سر سینلی بک ماسٹر (لارڈ چانسلر) لارڈ کریو (پریزیڈنٹ کونسل) لارڈ کرزن (لارڈ پریوی سیل) مسٹر میکنا (چانسلر ایکسچیکر) سر جان سائمن (ہوم سیکرٹری) سر ایڈورڈ گرے (فارن سیکرٹری) مسٹر بونر لا (سیکرٹری نو آبادیات) مسٹر چیمبرلین (وزیر ہند) لارڈ کچنر (وزیر جنگ) مسٹر لائیڈ جارج۔ (وزیر سامان حرب) مسٹر بالفور (اول لارڈ محکمہ بحری) مسٹر رنسی مین (پریزیڈنٹ بورڈ تجارت) مسٹر لانگ (پریزیڈنٹ لوکل گورنمنٹ بورڈ) مسٹر چرچل (چانسلر ڈچی آف لنکاسٹر) مسٹر برل (چیف سیکرٹری آئرلینڈ) مسٹر میکنن وڈ (سیکرٹری سکاٹلینڈ) لارڈ سیلبورن (پریزیڈنٹ بورڈ زراعت) مسٹر ہارکورٹ (اول کمشنر تعمیرات) مسٹر ہنڈرسن (پریزیڈنٹ بورڈ تعلیم) سر ایڈورڈ کارسن (اٹارنی جنرل) یہ عہدہ مسٹر ریڈمنڈ کے سامنے پیش کیا گیا تھا مگر انہوں نے اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

لنڈن ۲۴ مئی۔ کہ آج ہمارے توپخانے جرمن کی تین باٹریوں کو خاموش کرا دیا۔ اور ایک باٹری کو بالکل تباہ کر دیا یپرز کے مشرق میں جرمنوں کی پیدل سپاہ نے علی الصبح زہریلی گاس کے مدد سے حملہ کیا۔ اور ان کے توپخانہ نے زہریلی گیس کے گولے پھینکے۔ غنیم دو تین جگہ ہماری لائن میں گھس آیا۔ لڑائی جاری ہے اصل لائن کے بعض حصے دوبارہ لے لئے گئے ہیں۔

پیرس ۲۴ مئی۔ ۱۳ روز کی خونریز جنگ کے بعد لوریٹ کی گھاٹیوں پر قبضہ کر لینے سے جنہیں غنیم ناقابل تسخیر سمجھتا تھا۔ اتحادیوں کو شاندار کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ اس جنگ میں تین ہزار جرمن ہلاک ہوئے اور ایکہزار قیدی ہمارے ہاتھ آئے ہمیں ہر روز بنائی ہوئی خندقوں میں سے بہت سی میکسیم اور خندقوں کی توپیں دستیاب ہو رہی ہیں

لنڈن ۲۵ مئی۔ جرمنوں نے نیوچ مارک یپرز کی سڑک پر حملہ کیا مگر ہمنے اُسے روک دیا۔ غنیم نے ایلین کے شمال میں ۲ حملے اور ہودل کے شمال میں چار حملے کئے انہیں بھی ہمنے پسپا کر دیا۔ اور غنیم نے شدید نقصان اٹھایا

یپرز کے علاقہ میں گیس کا حملہ ہونیکے باوجود برطانی کسی مقام پر پیچھے نہیں ہٹے

لنڈن ۲۴ مئی۔ اٹالی سپہ سالار اعظم کاونٹ کیڈرونا آدھی رات کو میدان جنگ کی طرف روانہ ہو گیا

لنڈن ۲۵ مئی۔ برقی پیغامات سے پایا جاتا ہے کہ دریائے ایڈیجی کی وادی میں سرحد کی ہر دو جانب ریو ولی اور ٹرینٹ کے علاقوں میں فوج مجتمع ہو رہی ہے۔ غنیم کی جو فوج اس علاقہ میں موجود ہے وہ کچھ جنگی اہمیت نہیں رکھتی اور اسکے پاس کافی جنگی سامان بھی نہیں۔

لنڈن ۲۶ مئی۔ ۲۴ ماہ رواں کو میٹرانو کے ۲۰ میل مشرق میں بمقام کولڈل ٹورمیل جنگ وقوع میں آئی۔ اٹالیوں نے آسٹریوں کو جو اٹلی کے علاقہ میں گھس آئے تھے پسپا کیا اور انکے کئی سو قیدی گرفتار کئے۔

لنڈن ۲۶ مئی۔ سرحد ٹرینٹینو کی۔ اطالیوں نے ۲ سے ۴ میل تک پیشقدمی کی اور دروں اور گھاٹیوں پر قبضہ کر لیا اور کچھ قیدی گرفتار کئے بہتے کیڈور کے تمام سرحدی دروں پر قبضہ کر لیا۔ غنیم پلوں کو تباہ کرتا ہوا پسپا ہو رہا ہے۔

لنڈن ۲۶ مئی۔ امریکی سٹیمر نبراسکن (۴۰۰۰ ٹن) یہ جو لورپول سے روانہ ہوا تھا۔ آج صبح فاسٹنیٹ کے قریب تارپیڈو پھینکا گیا اسنے ہوائی پیغام کے ذریعہ سے مدد طلب کی عملے کے آدمی کشتیوں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

قادیان دارالامان ۲۰ مئی ۱۹۱۵ء

انی احافظ کل من فی الدار

وہ جس کا ظہور خاص خدا کا ظہور تھا۔ وہ جس کی مسکراہٹ میں صد جلوہ طور تھا۔ وہ جس کی چشم نم باز میں جنت کی سو کھڑکی کھلی تھی۔ وہ جس کی صحبت قدسیہ کی ایک ایک گھڑی زاہد شب زندہ دار صد سالہ عبادت سے قیمتی تھی۔ وہ جس کے وجود میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی شان جلوہ گر تھی وہ جس کی قوت ملکیہ دافع ہر شور و شر تھی۔ جسے خدا نے اپنے ولد کے مقام پر فرمایا۔ بلکہ بمنزلہ توحید و تفرید بتایا۔ جسکو آیت انت معی و انا معک اور انت منی و انا منک سے مخاطب فرما کر اپنا مظہر اتم بنایا۔ حیرت ہے حسرت ہے۔ رونے کا مقام ہے۔ کہ چند نااہل بے وفا۔ قومی غدار۔ اسکی ہتک میں اپنی عزت۔ اسکے درجہ کے گھٹانے میں اپنا بڑھنا دیکھتے ہیں کوئی صبح طلوع نہیں کرتی۔ جب وہ اپنے۔ لیے سخط الہیٰ کا کوئی باعث پیدا نہیں کرتے۔ اور کوئی شام نہیں اترتی۔ جب وہ اپنے واسطے غضب و تباہی کا موجب ہویدا نہیں کرتے۔ عقلیں ان کی مسخ ہو گئیں۔ دل بدل گئے اور عہد جو خدا کے نبی کے ہاتھ پر کئے تھے فسخ۔ زبانیں تیز اور ہاتھ ہر وقت آمادہ ستیز۔ اللھم انا نجعلک فی نحورھم و نعوذبک من شرورھم۔

وہ نظارہ اب تک میری آنکھوں میں پھر رہا ہے۔ جب خدا کا برگزیدہ نبی مسجد مبارک میں زیب دہ سر رسالت تھا۔ اور کسی نے عرض کیا۔ کہ ایک شخص کہتا ہے۔ ہمارا گھر بھی ابھی تک طاعون کے حملے سے محفوظ ہے۔ فرمایا پھر وہ کیوں امن خدا کی حفاظت کا اعلان نہیں کر دیتا۔ اسے چاہیئے کہ یہ دعوےٰ شائع کرے پھر دیکھے کہ خدا کی غیرت اپنا کیا جلوہ دکھاتی ہے۔ ایسا کہنے والا خدا کے ایک نشان کو مٹانا چاہتا ہے۔ پس ضرور ہے کہ اسکا غضب بھڑکے۔ اس وقت تمام جہان میں ایک ہی **دار** کو اللہ تعالےٰ نے یہ امتیاز بخشا ہے کہ وہ طاعون جو عذاب الٰہی ہے اس سے امن میں رہے۔

چنانچہ آپ نے اسکے متعلق بعض مخالفان عنید کے نام لکھکر انکو مخاطب کیا۔ کہ اگر انہیں کچھ بھی زعم ہے تو مقابلہ پر آئیں۔ باقی قرآن مجید میں مھلکوا اور معذبوا دونو الفاظ آئے ہیں۔ پس بعض ہلاک ہونگے اور بعض بچائے جائیں گے۔ اس نشان کی عظمت تو مقابل پر آنے سے معلوم ہو سکتی ہے۔ چنانچہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اس مبین نشان کے ہزاروں نہیں لاکھوں گواہ موجود ہیں۔ کہ اس مبارک دار کا ایک کتا ایک چوہا بھی طاعون سے نہ مرا۔ اب محض ضد سے نہایت بے باکی کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ خواجہ کمال الدین کے گھر کے لئے بھی یہی الہام ہے۔ بلکہ خواجہ صاحب کے گھر کو ایک خاص شرف حاصل ہے کہ قادیان کے دار کے لئے تو الا الذین علوا باستکبار کا استثناء موجود ہے۔ اور خواجہ صاحب کے گھر کے لئے یہ شرط بھی نہیں۔

نادانو! سوچو کہ یہ الہام ہے تو کس پر نازل ہوا اور کس کی خاطر ہوا۔ وہ خدا کا رسول جو تمام انبیاء کے حلوں میں نازل ہوا۔ اور اسکے اہل بیت امان فی الارض تھے۔ اور ہیں۔ انہی کی خاطر خدا نے یہ وعدہ کیا جب وہ سب لاہور تشریف لے گئے اور ان دنوں میں اس مکان کے متعلق کسی نے بعض خطرناک اجرام کا خطرہ ظاہر کیا تو اللہ تعالےٰ نے انی احافظ کل من فی الدار سے تسلی دی جس سے ثابت ہوا کہ اہل بیت نبوی تو کل من فی الدار کے وعدہ میں شامل ہیں۔ البتہ ایک ہمہ علو و استکبار ہستی جس کی قسمت میں حضرت آدم ثانی کی خلافت کا ابا اور استکبار لکھا تھا وہ اس دار میں تھی جس کی وجہ سے قادیان کے دار میں ایک استثنا اللہ تعالےٰ نے بڑھا دیا۔ واقعی اس وقت نظر بحالات ظاہر یہ امر نہیں کھل سکتا تھا کہ یہ استثناء کیوں ہے لیکن بعد میں جب واقعات نے اپنا رنگ بدلا تو معلوم ہو گیا کہ حضرت مسیح موعود پر وحی بھیجنے والی وہ علیم بذات الصدور ذات بابرکات تھی جس کی نگاہ جذر قلب تک پہنچتی ہے۔ اس نے ایک دل کو علو اور استکبار کا مادہ اپنے اندر لیئے ہوئے دیکھا۔ اسلیئے اس نے متنبہ کیا۔ پس یہ معاملہ تو صاف ہے۔ مگر محض ہمدردی سے پیغام کے مہتمین کو انتباہ کرتے ہیں کہ وہ ہمارے ساتھ لڑیں جھگڑیں لیکن خدا کے زبردست نشانوں کے ساتھ استخفاف اور استہزاء چھوڑ دیں۔ ایسا نہ ہو۔ کہ اسکی غیرت جوش میں آئے اور کوئی **عملی جواب** جناب الٰہی سے نازل ہو۔ جسکو روکنے والا تم میں سے کوئی نہیں اور یقیناً کوئی نہیں۔ نہ تو خواجہ کی ذات سے وعدہ ہے اور نہ خواجہ کے مکان کی کوئی خصوصیت ہے۔ پس ہرگز طاعون یا عذاب الٰہی سے محفوظ رہنے کا وعدہ اس سے مخصوص نہیں۔ البتہ اگر تم استہزاء اور ہماری ضد سے نہیں کہتے بلکہ فی الواقعہ تمہارا یہ عقیدہ ہے۔ تو پھر جرأت سے کام لو۔ ہمت سے کام لو۔ مرد بنو۔ بزدلی اور جبن مومن کا کام نہیں۔

خواجہ صاحب سے شائع کرادو۔ کہ اسکی ذات یا اسکے دار کے لیئے یہ خدا کا وعدہ ہے اور وہ طاعون یا کسی دیگر عذاب الٰہی سے محفوظ رہیں گے۔ پھر میرے مولیٰ کی قدرت نمائی دیکھو۔

تم ہمیں بے شک حقیر سمجھو۔ مشرک کہو۔ کافر جانو کفر کے فتوے شائع کرو۔ لیکن خدارا الٰہی نشانوں کا استخفاف چھوڑ دو۔ کہ اس کا نتیجہ برا ہے۔

نتیجہ ہائی سکول قادیان

۲۵ - امیدوار - ۱۸ - پاس

۴ - زیر تجویز - الحمد للہ

رپوٹر

پادری جوالہ سنگھ صاحب سے ہمارے مطالبات

(گذشتہ سے پیوستہ)

(نمبر ۳)

پادری علی بخش صاحب نے اپنے گجرانوالہ کے لیکچر میں بیان کیا۔ کہ موسوی شریعت میں جانوروں کو بطور فدیہ قربان کیا جاتا تھا لیکن وہ قربانی ناقص تھی۔ اور صرف اِس بات کے لیے بطور علامت مقرر کی گئی تھی کہ مسیح بندوں کے گناہ اٹھا کر ان کے فدیہ میں قربان ہونے والا ہے۔ اسپر ہمارے بعض پادری جوالہ سنگھ صاحب سے جو کہ گجرانوالہ میں تمام لیکچراروں کی طرف سے کھیل بنکر مباحثہ کرتے تھے چند مطالبات ہیں:۔

مسیح کی یہ قربانی بالکل خلاف فطرۃ و خلاف عقل ہے کیونکہ انسان کی فطرۃ میں ہے کہ وہ دکھوں سے بچنے اور سکھوں کے حصول کے لیئے چھوٹی چیز کو بڑی چیز پر قربان کر دیتا ہے۔ دیکھو فوج جب لڑائی پر جاتی ہے تو وہاں سپاہی لوگ افسروں کو بچانے کے لیئے قربان ہو جاتے ہیں پھر ادنٰے افسر قربان ہو کر بڑے بڑے جرنیلوں اور کرنیلوں کا فدیہ ہو جاتے ہیں۔ پھر جب سپہ سالار اور کمانڈر انچیف پر حملہ ہوتا ہے تو بڑے بڑے جرنیل قربان کر دیئے جاتے ہیں۔ اسیطرح جب بادشاہ کی جان معرض خطر میں ہو تو سپہ سالار تک قربان ہو جاتے ہیں۔ یہ کیوں۔ اسلیئے کہ چھوٹی چیز بڑی چیز پر قربان کر دیجاتی ہے۔ اور یہی انسانی فطرۃ ہے لیکن مسیح کی قربانی فطرۃ کے خلاف ہے۔ کیونکہ مسیح خدا ہے اور جنکے لیئے وہ قربان ہوا۔ وہ انسان ہیں اور خدا اعلٰی ہے بندے ادنٰے ہیں۔ تو مسیح کی قربانی کے یہ معنے ہوئے کہ اعلٰی چیز ادنٰے پر قربان ہوگئی۔ اور یہ بالکل خلاف فطرۃ ہے کیونکہ ادنٰے چیز اعلٰی پر قربان ہوتی ہے۔ نہ کہ اعلٰی چیز ادنٰے پر۔ پس مسیح بندوں پر قربان نہیں ہوا۔ کیونکہ وہ اعلٰے ہے۔ اور بندے ادنٰے ہیں۔ اور اعلٰی چیز ادنٰے پر قربان نہیں ہوا کرتی بلکہ ادنٰے چیز اعلٰے پر قربان ہوتی ہے۔

پادری صاحب نے لیکچر میں کہا کہ کفارہ کے بغیر نجات نہیں۔ اسپر میں ان سے پوچھتا ہوں کہ اگر شریعت کافی نہیں بلکہ خدا کے بیٹے کے قربان ہونے کی ضرورت ہے تو بتاؤ کہ۔

(الف) آدم سے لے کر مسیح تک کے لوگوں کے لیئے کون قربان ہوا۔ پھر بتاؤ کہ ان کی نجات ہوئی یا نہیں۔ اگر نہیں ہوئی تو یہ ظلم ہے۔ اور اگر ہوگئی تو معلوم ہوا۔ کہ کفارہ نجات کو لازم ملزوم نہیں۔

(ب) اِس زمین کے سوا اور بہت سے ستیارے ہیں جن میں آبادیاں ہیں اگر کفارہ کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تو بتاؤ کہ پھر وہاں کون قربان ہوتا ہے۔ خدا کا بیٹا یا کوئی انسان۔ اگر کہو کہ انسان قربان ہوتا ہے تو اس زمین میں کیوں کوئی انسان قربان ہوا۔ اور اگر ہر جگہ بیٹا ہی قربان ہوتا ہے تو نقلی ثبوت دو۔ اور پھر تسلیم کرو کہ بیٹا باپ کے داہنے ہاتھ بیٹھا ہوا نہیں۔ بلکہ کسی نہ کسی سیارے میں قربان ہو رہا ہے۔

پادری صاحب یہ فرمایئے گا کہ مسیح جب بندوں کے گناہ اٹھا کر مصلوب ہوا تو اب بندوں سے گناہ سرزد ہی نہیں ہوتے یا ہوتے تو ہیں لیکن معاف ہو جاتے ہیں۔ اگر کہو کہ سرزد ہی نہیں ہوتے تو یہ مشاہدہ کے خلاف ہے۔ عیسائی بھی ہزاروں جرم کرتے ہیں۔ کم سے کم جرمن کو تو گناہ کا ارتکاب بہم کرتے ہیں اور اگر کہو کہ گناہ سرزد ہوتے ہیں۔ لیکن سزا نہیں ملتی بلکہ معاف ہو جاتے ہیں تو بتاؤ کہ پھر تم مشن میں قواعد کی خلاف ورزی پر عیسائیوں کو سزا کیوں دیتے ہو۔ دوسرے یہ کہ یہ تو صرف دعوے ہے کہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ کوئی دلیل پیش کرو۔ اسطرح تو ایک مسلمان بھی کہتا ہے کہ توبہ سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

پادری صاحب سے ہم پوچھتے ہیں کہ بندوں پر قربان ہونے کے لیئے اقنوم ابن کی کوئی خصوصیت ہے یا نہیں۔ اگر کوئی خصوصیت نہیں بلکہ تینوں اقنوم مساوی ہیں تو پھر بتاؤ کہ قربان ہونے کے لیئے مسیح کو کیوں چنا گیا۔ باپ اور روح القدس کیوں نہ مصلوب ہوئے۔ اور یہ ترجیح بلا مرجح کیوں ہوئی اگر بن جاوے کہ اقنوم ابن کی خصوصیت ہے تو بتاؤ کہ وہ ما بہ الامتیاز امر اعلٰے بات ہے یا ادنٰے۔ اگر اعلٰی ہے تو باقی دو اقنوم ناقص ٹھیرتے ہیں اور اگر ادنٰے ہو تو اقنوم ثانی ناقص ہوگا۔

عیسائی صاحبان کہتے ہیں کہ مسیح نے نہ مرتا تھا نہ صلیب پر اسے کوئی چڑھا سکتا تھا اور نہ اسے دکھ و تکلیف کوئی پہنچا سکتا تھا۔ کیونکہ وہ خدا تھا۔ لیکن اسے چونکہ بندوں کے گناہ اٹھا لیئے۔ اسلیئے وہ گناہوں کی پاداش میں سولی چڑھایا گیا اور موت کا پیالہ اسے پلایا گیا۔ اسپر میں پادری صاحب سے پوچھتا ہوں کہ اگر تمہاری یہ بات مان لیجاوے تو بتاؤ کہ جب مسیح صلیب پر چڑھ کر ایکدفعہ وفات پا چکے۔ اور گناہوں کا بدلہ بھگت کر دوبارہ زندہ ہوئے تو پھر کیوں یہودیوں سے چھپ چھپ کر شاگردوں سے ملتے رہے۔ اب کس بات کا ڈر تھا۔ خدا کو کون پکڑ سکتا تھا۔ پہلی دفعہ تو بندوں کے گناہ اٹھانے کی وجہ سے یہودیوں نے اسپر قابو پایا۔ اب تو وہ گناہ اس سے دور ہو چکے تھے غرض صلیبی موت سے دوبارہ زندہ ہو کر بھی مسیح کا یہودیوں سے چھپنا اور ڈرنا بتاتا ہے کہ نہ وہ خدا تھا اور نہ وہ بندوں کے گناہ اٹھا کر صلیب پر چڑھا تھا۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ مسیح دوسری زندگی میں جبکہ وہ گناہوں سے پاک تھا یہودیوں سے ڈرتا رہا۔ پہلی دفعہ تو گناہوں کی وجہ سے یہودی اسپر قابو پا سکے تھے اب تو وہ بالکل بے گناہ تھا۔ اب تو یہودی لوگ ہزار کوشش کرتے پھر بھی اسے نہ پکڑ سکتے۔ پھر چھپنا اور خوف کرنا چہ معنے دارد۔

عیسائیوں کا یہ کہنا کہ مسیح ہماری خاطر قربان ہوا۔ واقعات تاریخیہ کے بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ بکرے یا مینڈھے کو ہم اپنی مرضی سے قربان کرتے ہیں یہ نہیں ہوتا کہ ہمارا کوئی دشمن ہمارا بکرا چرا کر اسے ذبح کر دے اور ہم شور مچا دیں کہ ہم نے اپنے گناہوں کے بدلہ میں ایک ذبیحہ دیا بلکہ قربانی تب ہوتی ہے جب ہم اپنی خوشی سے کسی جانور کو ذبح کریں۔ لیکن مسیح نہ اپنی خوشی سے صلیب پر چڑھا اور نہ اسکی مرضی کا اسمیں کوئی دخل تھا ہاں اگر مسیح خود بغیر کسی کے جبر کے صلیب پر چڑھ کر خودکشی کے طور پر موت اختیار کرتا تب عیسائی صاحبان کہہ سکتے تھے کہ مسیح ہم پر قربان ہوا۔ یا خود حواری ملکر مسیح کو صلیب دیتے تب بھی وہ قربانی کہلانے کا مستحق تھا۔ لیکن یہاں تو صورت ہی اور ہے یہودی جبراً پکڑ کر ایک شخص کو صلیب دیتے ہیں۔ اور عیسائی صاحبان شور مچاتے ہیں کہ وہ ہمارے لیئے قربان ہوا۔

پادری صاحب بتایئے تو سہی کہ بے گناہ مسیح نے گنہگاروں کے گناہ اپنی مرضی سے اپنے ذمہ لیئے یا باپ کی مرضی سے اگر کہو کہ باپ کے کہنے سے اٹھائے تو باپ غیر عادل ثابت ہوتا ہے کیونکہ اسنے ایک بے گناہ پر گنہگاروں کے گناہ لاد دیئے اور اگر کہو

کہ مسیح نے اپنی خوشی سے ایسا کیا تو اسپر تین اعتراض ہیں +

(الف) اس سے مسیح غیر عادل ٹھیرتا ہے کہ گنہگار کو سزا نہ دی اور اسکا گناہ خود اٹھا کر اسے یونہی معاف کر دیا +

(ب) بندوں کے گناہ اٹھانا اچھی بات ہے یا بری۔ اگر اچھی ہے تو باپ یا روح القدس نے کیوں نہیں لوگوں کے گناہ اٹھائے۔ اور اگر دوسروں کے گناہ اٹھانا نقص ہے تو اقنوم ثانی ناقص ثابت ہوا +

(ج) توریت میں لکھا ہے کہ آدم نے گناہ کیا اسکی سزا میں خدا نے اسے بہشت سے نکال دیا۔ اور چونکہ آدم کے گناہ کی وجہ سے اس کی نسل بھی گنہگار ہو گئی۔ اسلیئے انہیں یہ سزا دی۔ کہ مرد پیشانی کے پسینہ سے روٹی کھاوے۔ اور عورت درد زہ سے بچہ جنے۔ پھر دوسری طرف عیسائی صاحبان کہتے ہیں کہ مسیح نے آکر لوگوں کے گناہ اٹھا لیئے۔ اور ان کی پاداش میں صلیبی موت کا مزہ چکھا۔ اور اسطرح پر وہ بندوں کے گناہوں کا جو آدم کے وقت سے چلے آتے تھے کفارہ ہوا۔ اسپر میرے کئی سوال ہیں:۔

(الف) اگر آدم کے وقت کے سرایت کردہ گناہ کا مسیح کفارہ ہو گیا تو چاہیئے تھا اس کفارہ پر ایمان لانے والے مرد بغیر محنت سے روزی کماتے۔ اور ان کی عورتیں درد زہ سے بچے جنتیں۔ لیکن یورپ امریکہ کے عیسائی ہم سے بھی زیادہ محنت سے روٹی کماتے ہیں اور ان کی عورتیں باقی عورتوں کی طرح درد زہ سے بچے جنتی ہیں۔ پس اگر مسیح آدم والے گناہ کو دور کرنے آیا تھا تو چاہیئے تھا۔ کہ وہ اس گناہ کی سزا کو بھی دور کر دیتا لیکن وہ سزا عیسائی غیر عیسائی سب کو مل رہی ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ مسیح نے وہ گناہ تو دور کر دیا لیکن اس کی سزا معدوم نہ کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ گناہ بھی اسنے دور نہیں کیا۔ کیونکہ اگر گناہ دور ہو جاتا تو اسکی سزا بھی دور ہو جاتی +

(ب) اگر آدم کے گناہ کی سزا میں عورت درد زہ سے بچے جنتی ہے تو اس سے ماننا پڑے گا کہ آدم کے گناہ میں سب عورتیں ملوث نہیں ہوئیں۔ کیونکہ بہت سی عورتیں بچے ہی نہیں جنتیں۔ اسلیئے انہیں درد زہ بھی نہیں ہوتا۔ اور یہ (بقول تمہارے) خدا کے عدل کے خلاف ہے کہ گناہ نے تو آدم کی نسل کی تمام عورتوں میں سرایت کی لیکن سزا صرف ان عورتوں کو ملی جو بچے جنتی ہیں۔ باقی سب محفوظ رہ گئیں +

(ج) اطبا اور ڈاکٹر لکھتے ہیں اور عموماً لوگ جانتے ہیں کہ بعض عورتوں کو بچہ پیدا ہوتے وقت بالکل درد زہ نہیں ہوتا اور بغیر درد محسوس کئے بچہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ درد زہ آدم کے گناہ کی وجہ سے نہیں۔ ورنہ کوئی عورت بھی اس سے محفوظ نہ رہتی۔ لیکن چونکہ بعض عورتیں درد زہ کے بغیر آسانی سے بچہ جنتی ہیں اس سے معلوم ہو گیا۔ کہ درد زہ بطور سزا نہیں اور نہ آدم کے نسلی گناہ کی پاداش میں ہے +

پادری صاحبان کا یہ کہنا کہ چونکہ مسیح آدم کی نسل سے نہیں اسلیئے گناہ سے پاک ہے۔ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ:۔

(الف) شیطان آدم کی نسل سے نہیں اور پھر گناہ گار ہے سانپ بھی آدم کی اولاد میں سے نہیں اور باوجود اسکے توریت سے گناہ گار ٹھیراتی ہے۔ پھر وہ دیو یا خبیث روح جسے مسیح نکالا کرتا تھا آدم کی نسل سے نہ تھیں لیکن پھر گناہ گار اور شریر بھی تھیں سو یہ استدلال کہ چونکہ مسیح آدم کی نسل سے نہیں اسلیئے پاک ہی بالکل غلط ہے کیونکہ شیطان۔ سانپ اور خبیث روحوں میں سے کوئی بھی آدم کی نسل سے نہیں اور پھر وہ گناہ گار ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ آدم کی نسل سے نہ ہونا بے گناہی کا سبب نہیں +

(ب) سو جسطرح باپ کے خواص بیٹے میں سرایت کرتے ہیں اسی طرح ماں کی عادات بھی بیٹے میں اثر کرتی ہیں۔ اور مسیح کی ماں بے گناہ نہ تھی کیونکہ وہ آدم کی نسل سے تھی۔ سو جب مریم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) گنہگار ہوئیں تو مسیح بھی گنہگار ماننا پڑے گا کیونکہ ماں کی عادات بیٹے میں بھی سرایت کرتی ہیں +

(ج) اگر مسیح آدم کی نسل سے نہیں تو اسے انجیل میں ابن آدم کیوں کہا گیا +

(د) اگر فرض بھی کر لیا جاوے کہ جو آدم کی اولاد سے نہ ہو تو وہ بے گناہ ہوتا ہے تو مسیح کی اسمیں کوئی خصوصیت نہیں۔ فرشتے بھی آدم کی اولاد سے نہیں۔ اور وہ بے گناہ ہیں۔ ملک صدق سالیم بھی آدم کی اولاد نہیں اور بے گناہ ہے تو بتاؤ کہ مسیح کی اسمیں کیا خصوصیت ہے۔ اگر بے گناہ ہونے کی وجہ سے مسیح کو خدا کہو گے تو تمام فرشتے اور ملک صدق سالیم کو بھی خدا ماننا پڑیگا +

پادری صاحب کا یہ کہنا کہ آدم کے گناہ سے اس کی ساری نسل گنہگار ہو گئی نہایت قابل اعتراض بات ہے +

(الف) یہ خدا کے عدل کے خلاف ہے کہ باپ گناہ کرے اور بیٹے کو سزا ملے +

(ب) پرانے عہد نامہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ حزقیل اور یرمیاہ میں صاف لکھا ہے کہ باپ کے گناہوں کی وجہ سے میں بیٹے کو سزا نہیں دیتا بلکہ وہاں ایک تمثیل دی ہے کہ باپ اگر کھٹے انگور کھا دے تو بیٹے کے دانت کھٹے نہیں ہوتے +

(ج) نئے عہد نامہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ لوقا میں صاف لکھا ہے کہ ذکریا کاہن اور اسکی بیوی جو دونو آدم کی نسل سے تھے بالکل بے گناہ تھے +

(د) مشاہدہ کے خلاف ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے بُروں کے گھر نیک لڑکے پیدا ہوتے ہیں۔ اگر باپ کا گناہ بیٹے میں بھی سرایت کرنا چاہیئے تو ماننا پڑے گا۔ کہ ہر شرابی کی اولاد بھی لازماً شرابی ہوتی ہے اور یہ بات بالکل بدیہ البطلان ہے +

عیسائیوں کا یہ کہنا کہ مسیح بے گناہ تھا۔ بعینہٖ ست بچن کو چسپکے والی بات یاد دلاتا ہے۔ کیونکہ مسیح صاف اقرار کرتا ہے کہ مجھے نیک مت کہو۔ نیک صرف باپ ہے +

چند ضروری باتیں

(از میاں محمد سعید صاحب سعدی لاہور)

(۱) ۱۵ مئی کے پیغام میں یہ شائع ہوا ہے کہ "حضرت جی رسول اور نہ ذاتی نبی اور نہ حقیقی طور پر آپ کا نام احمد ہی تھا وہ احمد کوئی مشرک اور ظالم ہی ماننے تو مانے" بالآخر طور سے تمام اُن لوگوں کو جو حضرت مسیح موعود کو احمد مانتے مشرک اور ظالم کہا ہے۔ اب اسکے بالمقابل حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"چونکہ احمد کا نام خدا تعالیٰ کے اسم اعظم کا کامل ظل ہے اسلیئے احمد کے نام کو ہمیشہ شیطان کے مقابل پر فتح یابی ہوتی ہے اور ایسا ہی آخری زمانہ کے لیئے مقدر تھا کہ ایک طرف شیطانی قوی کا کمال درجہ پر ظہور اور بروز ہو۔ اور شیطان کا اسم اعظم تمام پر ظاہر ہو۔ اور پھر اسکے مقابل پر وہ اسم ظاہر ہو جو خدا تعالیٰ کے اسم اعظم کا ظل ہے یعنی احمد اور اس آخری کشتی کی تاریخ ہزار ششم کا آخری حصہ مقرر کیا گیا" تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۰۷

پھر ایک اور جگہ حضرت صاحب یوں فرماتے ہیں:۔

"میرے رب نے میرا نام احمد رکھا ہے پس میری تعریف کرو۔ اور مجھے دشنام مت دو" ...

غیر مبایعین کے نزدیک اگر ہم حضرت مسیح موعود کو احمد مانتے ہیں تو ظالم اور مشرک ٹھیرتے ہیں۔ تو سب سے پہلے یہ الزام خدا پر ہے جس نے ...

مسیح موعود کا نام احمد رکھا - پھر اسکے بعد یہ الزام مسیح موعود پر ہے جس نے کہا کہ اگر تم مجھے احمد نہ مانو گے - تو گویا مجھے دشنام دو گے پیغام والوں کو مبارک ہو - کہ انہوں نے خدا اور مسیح موعود پر ظالم اور مشرک ہونے کا الزام لگا کر مسیح موعود کو دشنام دہی میں جو کسر باقی تھی وہ پوری کر دی اور بموجب حضرت مسیح موعود کے فرمودہ کے :-

"میرے ربّ نے میرا نام احمد رکھا ہے - اور جس نے اس دنیا کو جھٹلایا پس اُس نے جھوٹ بولا ہے اور اپنے خدا کے غصہ کو بھڑکایا ہے - **پس افسوس اس آدمی پر جس نے شک کیا اور عہد کو توڑا -** اور دلکو شیطان کے وسوسہ سے آلودہ کیا"

اس عہد کو توڑنے والے ٹھہر گئے +

(۲) پھر اسی پیغام میں یہ لکھا ہے کہ حضرت صاحب نے بیعت لیتے وقت) صرف احمد ہی کہا - احمد نبی اللہ تو نہ کہا - احمد اپنا نام ہمارے نہیں لاکھوں رکھو لیں - ہوا کریں - گویا دوسرے لفظوں میں اسکے یہ معنے ہوئے - کہ حضرت اقدس نے احمد کا نام خود ہی اپنے لیئے تجویز کر دیا تھا - ورنہ آپ کا یہ نام آسمان پر ایسا نہ تھا - سُبحانک ھٰذا بہتان عظیم حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں :-

"ایک مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں یہ اشارہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا آخر زمانہ میں ایک مظہر ظاہر ہوگا - گویا وہ اسکا ایک ہاتھ ہوگا جسکا نام آسمان پر احمد ہوگا - اور وہ حضرت مسیح کے رنگ میں جمالی طور پر دین کو پھیلائے گا" ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صلا

پھر ایک اور جگہ حضرت مسیح موعود یوں تحریر فرماتے ہیں :-

جسطرح اللہ کا نام جامع صفات کاملہ ہے اسیطرح احمد کا نام جامع تمام معارف بنجاتا ہے اور جسطرح اللہ کا نام خدا تعالیٰ کے لیئے اسم اعظم ہے اسی طرح احمد کا نام نوع انسان میں سے اس انسان کا اسم اعظم ہے - جسکو آسمان پر یہ نام عطا ہو - اور اس سے بڑھکر انسان کے لیئے اور کوئی نام نہیں تحفہ گولڑویہ صلا

کیا ہی تعجب کا مقام ہے - کہ حضرت مسیح موعود تو یہ فرماویں - کہ میرا نام آسمانی **احمد** ہے" اور خدا نے میرا نام احمد رکھا ہے" لیکن پیغام والے حضرت مسیح موعود کو ایسا احمد مانتے ہیں جو اپنا نام خود بطور تفاؤل کے احمد رکھ لیوے +

(۳) پھر اسی پیغام میں لکھا ہے "اب کوئی لاکھ سر دھنا کرے کوئی بھی ابد الآباد تک احمد اور محمد اپنا نام رکھا کرے - احمد نبی اللہ محمد رسول اللہ نہیں بن سکتا - اور نہ ان ناموں سے کوئی نبی کہلا سکتا ہے" اسکا جواب حضرت مسیح موعود کی زبانی یہ ہے :-

"پھر آخری خلیفہ یعنی **مسیح موعود کو نبی کے نام سے پکارا جاوے** تا خلافت کے امر میں دونوں سلسلوں کی مشابہت ثابت ہو جائے اور ہم کئی دفعہ بیان کر چکے ہیں کہ مسیح موعود کی نبوت ظلی طور پر ہے - کیونکہ وہ آنحضرت صلعم کا بروز کامل ہونے کی وجہ سے نفس نبی سے مستفیض ہو کر نبی کہلانے کا مستحق ہو گیا ہے - جیسا کہ ایک وحی میں خدا تعالیٰ نے مجھ کو مخاطب کر کے فرمایا تھا - یا احمد جعلت مرسلا اے احمد تو مرسل بنایا گیا یعنی جیسے کہ تو بروزی رنگ میں احمد کے نام کا مستحق ہوا - حالانکہ تیرا نام غلام احمد تھا سو اسی طرح بروز کے رنگ میں نبی کے نام کا مستحق ہے - کیونکہ احمد نبی ہے - اور نبوت اس سے منفک نہیں ہو سکتی" تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۴۳

اس حوالہ کو پڑھو - اور جو دوسروں کو سر دھنے کا کہتے ہو اپنا لاکھ بار سر دھن لو - پھر شاید تمہیں سمجھ آ جاوے کہ مسیح موعود کا اپنے آپ کو احمد کہنا آیا **احمد نبی اللہ** ہی کہنا ہے یا کچھ اور !

(۴) اسبات کا جواب کہ آیا آنحضرت صلعم کے بعد کوئی احمد نبی اللہ محمد رسول اللہ بن سکتا ہے - یا نہیں - اور آیا ان ناموں سے کوئی نبی کہلا سکتا ہے یا نہیں - مسیح موعود نے حسب ذیل عبارت میں دیا ہے :-

"میں کہتا ہوں کہ آنحضرت صلعم کے بعد جو درحقیقت خاتم النبیین تھے - مجھے رسول اور نبی کے لفظ سے پکارا جانا - کوئی اعتراض کی بات نہیں - اور نہ اس سے مہر ختمیت ٹوٹتی ہے کیونکہ میں **بارہا** بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت **وآخرین منھم لما یلحقوا بھم** بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے - اور مجھے آنحضرت **صلے اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود قرار دیا ہے**" ایک غلطی کا ازالہ +

اگر اس حوالہ سے تسلی نہیں ہوئی تو اور سُنئیے حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں :-

"اس واسطہ کو ملحوظ رکھکر اور اسمیں ہوکر - اور اس کے نام محمد اور احمد سے مسمّی ہو کر میں رسول بھی ہوں - اور نبی بھی" ایک غلطی کا ازالہ +

علاوہ ازیں حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں :-

"آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - کہ آنے والا مہدی اور مسیح موعود **میرا اسم** پائے گا - اور کوئی نیا اسم نہیں لائے گا - یعنی اس کی طرف سے کوئی نیا **دعویٰ نبوت اور رسالت** کا نہیں ہوگا - بلکہ جیسا کہ ابتدا سے قرار پا چکا ہے - وہ محمدی نبوت کی چادر کو ہی ظلی طور پر اپنے پر لے گا - اور اپنی زندگی اسی کے نام پر ظاہر کرے گا - اور مر کر بھی اس کی قبر میں جائیگا تا یہ خیال نہ ہو کہ کوئی علیحدہ وجود ہے - یا علیحدہ رسول آیا - بلکہ بروزی طور پر وہی آیا جو خاتم الانبیاء تھا"

نزول المسیح حاشیہ صفحہ ۳

پھر فرمایا :-

اس نکتہ کو یاد رکھو - کہ میں رسول اور نبی نہیں ہوں باعتبار نئی شریعت - اور نئے دعوے اور نئے نام کے اور میں رسول اور نبی ہوں - باعتبار ظلیت کاملہ کے میں وہ آئینہ ہوں جسمیں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے"

اگر در خانہ کس است حرفے بس است +

(۵) اگر حضرت مسیح موعود اپنا نام احمد کی جگہ **احمد نبی اللہ** پیش کرتے تو پیشگوئی میں ایک رخنہ واقع ہو جاتا - کیونکہ وہاں اسمہ احمد آیا ہے - اسمہ **احمد نبی اللہ** نہیں آیا - ہاں انہوں نے اپنے آپ کو احمد کہا - کیونکہ پیشگوئی میں اسکا نام صرف احمد رکھا گیا ہے - اور علاوہ اسکے علیحدہ طور سے اپنے آپ کو رسول اور نبی بھی کہا - اور دوسرے اگر یہ اعتراض ہو جیسا کہ غیر مبائعین کرتے ہیں کہ حضرت اقدس نے احمد نبی اللہ تو نہیں کہا - صرف احمد ہی کہا تو اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت نبی کریم نے جہاں کہیں کہا ہے انا احمد و انا محمد - وہاں آنجناب صلعم نے اپنے آپ کو احمد نبی اللہ نہیں کہا - سوچو - اور پھر سوچو +

(۶) پیغام میں بموجب وحی الٰہی **سیقول العدو لست مرسلا** مضمون نگار یوں لکھتا ہے :-

"قرآنی آیات کے سوا کوئی ایسا صریح الہام موجود نہیں

جس میں خدا نے آپکو نبی کر کے پکارا ہو"۔

لیکن ہمارے یاد رہے ایک نہیں کئی ایسے الہام ہیں جن میں صریح طور سے مسیح موعود کو نبی اور رسول کر کے پکارا گیا ہے۔ سنو!

(۱) "دنیا میں ایک نبی آیا"۔ کونسی قرآنی آیت ہے (۲) جری اللہ فی حلل الانبیاء۔ کونسی قرآنی آیت ہے (۳) یا ایھا النبی اطعموا الجائع والمعتر۔ کونسی قرآنی آیت ہے (۴) یا نبی اللہ کنت لا اعرفک۔ کونسی قرآنی آیت ہے (۵) انا ارسلنا احمد الی قومہ فاعرضوا × × × × × × × × × وقالوا کذاب اشر۔ کونسی قرآنی آیت ہے (۶) انی مع الرسول اقوم۔ کونسی قرآنی آیت ہے (۷) آسمان سے کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اونچا بچھایا گیا۔ کونسی آیت قرآنی ہے (۸) ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق وتھذیب الاخلاق کونسی قرآنی آیت ہے (۹) برہمن اوتار٭ سے مقابلہ کرنا اچھا نہیں۔ کونسی قرآنی آیت ہے۔ اگر کچھ خوف خدا ہے تو اسقدر صریح الہامات کے ہوتے ہوئے جن میں صریح طور سے مسیح موعود کو نبی اور رسول کر کے پکارا گیا ہے۔ ایسی غلط بیانیوں سے باز آؤ۔

(۷) حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ "میں اسم احمد میں آنحضرت صلعم کا شریک ہوں"۔ اور فرمایا کہ "اگر اس سے انکار کیا جائے۔ تو تمام سلسلہ اس پیشگوئی کا زیر و زبر ہو جاتا ہے بلکہ قرآن شریف کی تکذیب لازم آتی ہے جو نعوذ باللہ کفر تک نوبت پہونچاتی ہے"۔ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۶۔ پس اس حوالہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود اسم احمد میں چونکہ آنحضرت صلعم کے شریک ہیں۔ لہذا آپ بھی اور حقیقی معنوں میں احمد ہیں اور نبی اور رسول ہیں۔ اور اس سے انکار کرنا کفر ہے۔ کیونکہ شریک تو تبھی ہیں کہ جس طرح واقعہ میں آنحضرت صلعم احمد ہیں اسیطرح مسیح موعود بھی ہیں۔ ورنہ شریک کے کیا معنے۔

(۸) حضرت اقدس مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"جیسا کہ مومن کے لئے دوسرے احکام الٰہی پر ایمان لانا فرض ہے۔ ایسا ہی اسبات پر بھی ایمان لانا فرض ہے کہ آنحضرت صلعم کے دو بعث ہیں (۱) بعث محمدی × × (۲) بعث احمدی × × × جسکی نسبت بحوالہ انجیل قرآن شریف میں یہ آیت ہے ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد"۔ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۶

اور اس سے پہلے فرمایا کہ

"مہدی معہود اور مسیح موعود جو مظہر تجلیات محمدیہ ہے

جس پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بعث دوم موقوف ہے"۔ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۵

پس صاف طور سے ثابت ہے کہ حضرت نبی کریم اپنی پہلی بعثت میں محمد تھے۔ لیکن چونکہ بعثت دوم میں تجلی اعظم جو اکمل اور اتم ہے وہ صرف اسم احمد کی تجلی ہے۔ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۶ حاشیہ)" اور بعثت دوم مسیح موعود پر موقوف ہے۔ (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۵) اسلئے مسیح موعود یقیناً مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کا مصداق ہے۔ کیونکہ آیت بعثت دوم کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔

"کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے"

دعوت الی الخیر

چٹاگانگ میں مشہور و معروف علماء اور گریجوئیٹس کا متواتر چار روز تک اجتماع اور سلسلہ احمدیہ کی تبلیغ

(حکیم خلیل احمد صاحب مبلغ بنگال کا مکتوب)

سیدنا و امامنا حضرت فضل عمر امیر المومنین خلیفۃ المسیح والمہدی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے حکم کے مطابق ۷ مئی کو چٹاگانگ پہونچا۔ یہ ایک خوبصورت شہر ہے اور قدرتی مناظر کی وجہ سے زیادہ دلکش ہو گیا ہے۔ شرقی بنگال کی حد ہے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ سارے بنگال سے زیادہ عربی دان علماء یہیں رہتے ہیں۔ ایک گورنمنٹ عربیہ مدرسہ بھی ہے جسکے سپرنٹنڈنٹ جناب شمس العلماء مولوی کمال الدین صاحب ہیں آپ کی خواہش اور ایما کے مطابق مولوی عبدالستار صاحب بی۔ اے بی ایل۔ وکیل کے مکان پر ۸ مئی کو ایک جلسہ اس غرض سے ہونا قرار پایا کہ سلسلہ احمدیہ کے متعلق مجھ سے سوال کیا جائے۔ اور میں جواب دوں۔ چنانچہ اسی مضمون کا رقعہ تعلیم یافتہ جماعت میں تقسیم ہوا۔ وہ لوگ اس جلسہ میں شریک ہوئے۔ اسکے بعد رپورٹر نے ۷ معززین کے نام لکھے ہیں۔ جو ڈپٹی کلکٹر و کلاء پروفیسر روساء ہیں۔

پہلے روز جناب مولوی کمال الدین صاحب نے وہ ایک سوال اس عاجز سے کیئے۔ لیکن آپکو آپکی تبحر علمی اور منصف مزاجی کے بسبب اسی روز اور کوئی سوال کرنیکی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ لیکن اسپر جناب مولوی عبداللطیف صاحب نے ہمارے پیش کردہ دلائل کو رد کرنے کی غرض سے کچھ تقریر کی۔ اور بعض کتابیں سے جو کہ اپنے ساتھ از قسم تفسیر و حدیث ہمراہ لائے تھے کچھ پڑھ کر لوگوں کو سنایا تھوڑی دیر کے لیئے لوگوں نے سمجھا کہ مولوی صاحب نے جو استدلال پیش کیا ہے وہ نہایت معقول ہے۔ اور اسکا جواب شاید نہیں ہے لیکن عاجز نے جب اسی وقت ان جوابوں کی اور استدلالوں کی حقیقت پر روشنی ڈالی اور پھر مولوی صاحب کی پیش کردہ باتوں کا جواب دیا تو لوگوں کو حیرت ہو گئی۔ اور اقرار کیا کہ اب زیادہ وفات مسیح پر آپ تقریر نہ کریں یہ بہت کافی ہے۔ شمس العلماء صاحب نے فرمایا۔ آپکا استدلال زبردست ہے۔ اور پاورفل آرگومنٹ ہے۔

دوسرے روز عاجز نے یہ بیان کیا کہ وفات مسیح ثابت ہو جانیکے بعد مجھکو یہ ثابت کرنا چاہیئے کہ مسیح موعود اور مہدی دونوں ایک انسان کی صفتیں ہیں یا دو انسانوں کی۔ اور مہدی کی حقیقت کیا ہے:۔ چنانچہ عاجز نے اسی طرح سے کیا۔ اور مہدی کی پیشگوئی اور ان کی حقیقت وغیرہ سے یہ ثابت کیا کہ یہ دونوں صفتیں ایک ہی شخص کی ہیں پھر حضرت اقدس مسیح موعود کو اپنے ہر ایک دعوے میں صادق ثابت کرنے کے لیئے میں نے سات معیار قائم کئے۔ اور ہر ایک معیار کی معقولیت کو کھول کھول کر بیان کیا۔ اور آخر میں یہ اعلان کر دیا کہ اگر کوئی مولوی صاحب صادق اور کاذب کے پرکھنے کا کوئی اور جامع و مانع معیار پیش کریں تو اسی معیار پر حضرت اقدس کے دعاوی کو پرکھوں گا لیکن ایسے معیار نہ ہونے چاہئیں جسکو کہ کسی اگلے منکر نے پیش کیا ہو اور قرآن نے اسکو رد کیا ہو۔ چونکہ کسی مولوی صاحب نے اور معیار پیش نہیں کیا۔ لہذا جو معیار کہ میں نے قائم کیے تھے وہی رہے۔ اور جلسہ برخاست ہوا۔

تیسرے روز عاجز نے مقرر کردہ معیار کے مطابق سیدنا احمد قادیانی علیہ الصلوۃ والسلام کی مسیحیت کو بفضلہ تعالےٰ ثابت کیا۔ وقت زیادہ ہو جانے کی وجہ سے صرف دو معیار کے مطابق ثابت کیا۔ آج کی تقریر کا اثر بھی بہت نیک اور حیرت و شوق افزا ہوا آج بھی مولوی عبداللطیف صاحب نے کچھ جواب نہ دیا بلکہ میں نے ان کے طرز و اخلاق سے محسوس کیا کہ آپکو خواہ مخواہ کی ضد اور ہٹ نہیں ہے۔

٭ اوتار کی نسبت حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں "ہندوں میں اوتار کا لفظ درحقیقت نبی کے ہم معنی ہے"۔ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۳۰۔ ۱۲

چوتھے روز بوجہ شوق بڑھ جانے کے بہت سویرے لوگ آئے عاجز نے بحول و قوۃ تعالیٰ اپنے آقا حضرت سیدنا مسیح محمدی علیہما الصلوٰۃ والسلام کی مسیحیت اور مہدویت و امامت و دعویٰ وحی و الہام و نبوت و رسالت کو ثابت کیا +

ان موجودہ علماء اور فضلاء و کلاء اور سارے تعلیم یافتہ لوگوں میں سے کوئی بھی ایسا نہ نکلا جس نے ہمارے استدلال اور بیان اور حضرت اقدس کی مسیحیت مہدویت اور نبوت اور رسالت پر اعتراض کیا ہو۔ جو کچھ میں نے کہا اسکو سب نے تسلیم کیا مولوی کبیر الدین صاحب بی۔ اے۔ انسپکٹر اسکول نے مجھ کو کھڑے ہو کر مبارکباد دی۔ پھر آخر میں حضرت اقدس مسیح موعود کی مختصراً سوانح عمری میں نے بیان کی اور دعا کے بعد جلسہ کا اختتام ہوا +

ایک ڈپٹی کلکٹر صاحب نے مولوی مبارک علی صاحب سے دریان تقریر میں کہا کہ باتیں ایسی دلچسپ ہیں کہ ماننے ہی کو دل چاہتا ہے بلکہ ایک صاحب نے جلسہ کے بعد شمس العلماء صاحب کے سامنے اقرار کیا کہ میں قادیانی صاحب کی نبوت کو تسلیم کرتا ہوں۔

مولوی عبد اللطیف صاحب پروفیسر باوجود اسکے کہ ہر روز اپنے خادم کے سر پر بڑی بڑی کتابیں اٹھوا کر لایا کرتے تھے۔ اور باتوں کو نوٹ کرتے رہے لیکن مولوی صاحب موصوف نے عاجز کی آخری تقریر کے بعد گوارا نہ کیا کہ مخالفانہ تقریر کریں۔ بلکہ نہایت خلوص سے مجھ سے ملے۔ مولنا عبد اللطیف صاحب پروفیسر ڈھاکہ کالج کا یہ طرز ادب احتیاط اسباب کا ثبوت ہے کہ آپ حق طلب محقق ہیں۔ آپ معمولی مولوی بھی نہیں بلکہ علم صرف و نحو میں چند رسالے بھی آپ نے تصنیف کئے ہیں +

مخالفین سلسلہ کے رسالوں کو بھی آپ نے دیکھا ہے میں جب آپ سے ملنے کے لیئے آپکے مکان پر گیا۔ تو آپ نے حضرت اقدس کی عربی و نیز اردو کتابوں کی فہرست مجھ سے لی۔ اور شوق سے پڑھنے کا وعدہ کیا۔

تقریباً ہر ایک صاحب سے بعد کو ملنے کا اتفاق ہوا۔ ہر ایک نے خوش عقیدگی کا اظہار کیا۔ اکثروں نے حضرت اقدس کی کتابوں کی فہرست لی۔ قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ اپنے نام جاری کرانے کے لیئے کہا۔ انہیں سے مولوی عبد العزیز صاحب۔ بی۔ اے اسسٹنٹ انسپکٹر اسکول و سکرٹری وکٹوریہ اسلامیہ ہوٹل مولوی جلال الدین صاحب بی۔ اے ایل۔ ایل۔ بی۔ و مولوی صفدر علی صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل بی۔ اور جناب مولوی کبیر الدین احمد صاحب بی۔ اے آخر الذکر بزرگ نے بعد تحریک یہ بھی وعدہ کیا کہ علاوہ اسکے میں علیحدہ چندہ بھی قرآن کے ترجمہ میں مولوی مبارک علی صاحب کی معرفت بھیجا کروں گا۔

ہاں اسی چاٹگام میں بعض ایسے بھی فقیہی اور قریشی ہیں۔ کہ انہوں نے مخالفت شروع کر دی۔ لوگونکو شریک جلسہ ہونے سے منع کیا۔ خود مالک مکان کو جلسہ بند کرنے گئے بیئے کہا لیکن برستی ہوئی بارش × × × اور رواں سیل کو کون روک سکتا ہے۔ لوگ برابر آتے ہی گئے۔ عربی و انگریزی علوم کے علماء کے ذوق شوق میں کچھ بھی کمی نہ ہوئی۔ آخری روز کے جلسہ میں اور بھی سویرے تشریف لائے اور مالک مکان جناب مولوی عبد الستار صاحب۔ بی۔ اے ایل ایل۔ بی۔ بجائے جلسہ موقوف کرنے کے ہر چہار روز چائے اور ناشتہ وغیرہ سے لوگوں کی دعوت کرتے ہی رہے جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ +

ایک اور بات ہے جسکے لیئے اللہ تعالیٰ کی تحمید کرنیکو بار بار دل چاہتا ہے۔ وہ یہ کہ جب میری تقریر کا اثر عام ہونے لگا تو وہاں کے مولویوں نے مخالفت شروع کی۔ اور جب خود علمی حیثیت سے کچھ کر نہ سکے تو چاٹگام کے علماء کو بڑھکانے کے لیئے خط لکھا۔ اور مدد کی درخواست کی چنانچہ یہاں سے سلسلہ احمدیہ کے مخالفین کی کتابیں گئیں۔ اور اعتراض لکھ کر بھیجے گئے۔ شاید اسی پر اہل اسلام بورڈنگ کے ایک مولوی صاحب خدا سے بے خوف ہو کر اس قدر غیظ میں آگئے کہ ایک خط کے ذریعہ مجھکو قتل کی دھمکی دی۔ گو گورنمنٹ کے عادلانہ ہاتھ سے ڈر کر یہ بھی لکھدیا کہ افسوس دار الاسلام نہیں۔ مگر میں کسطرح اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کروں۔ کہ چاٹگام کے اس حنیف انسان نے جنہوں نے مخالفت میں کتابیں بھیجی تھیں کے دلکو اللہ تعالیٰ نے میری تقریر کے بعد کھول دیا۔ اور بجائے مخالفت کے محبت اور خلوص کا اظہار اس بزرگ نے کیا۔ اور مجھ سے کہا کہ آپ میرے ساتھ خط و کتابت جاری رکھیں +

میں تو سمجھتا ہوں کہ سب ہمارے پیارے خلیفہ حضرت سیدنا محمود ایدہ اللہ بنصرہ کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ فالحمد للہ علی ذالک

حضرت صاحبزادہ اولوالعزم خلیفۃ المسیح و المہدی مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن شریف سے نوٹ

بات کو تو یاد کرو۔ جبکہ ہم نے تم سے ایک عہد لیا تھا۔ اور تمہارے اوپر طور کو بلند کیا۔ اور کہا تھا کہ جو کچھ ہم نے تم کو دیا ہے۔ اس کو مضبوطی سے پکڑو اور جو کچھ اس میں ہے اسکو یاد رکھنا تاکہ تم بچ جاؤ ٭

ہمارے مفسرین کو تو ہر ایک بات میں کوئی عجوبہ ہی نکالنے کا شوق ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ طور پہاڑ کو جڑ سے اکھیڑ کر انکے سر پر اس لئے رکھا گیا تھا کہ اب بھی تم ایمان لاتے ہو یا نہیں۔ پھر کس کی طاقت تھی کہ انکار کرتا۔ اس لئے تمام کے تمام ہی ایمان لے آئے یہ کیسی لغو اور اللہ تعالیٰ کی سنت کے خلاف بات ہے۔ اللہ تعالیٰ کبھی ایسے نظارے نہیں ظاہر فرماتا۔ کہ لوگ مجبوراً ایمان لائیں بلکہ وہ تو فرماتا ہے۔ یؤمنون بالغیب۔ یعنی ایمان وہی ہو سکتا ہے جو اپنے اندر ایک غیب کا رنگ رکھتا ہو تو رفعنا فوقکم الطور کے یہ معنی نہیں کہ طور ان کے سر پر اٹھا کر رکھا گیا تھا بلکہ یہ زبان کا محاورہ ہے جس طرح ہم کہتے ہیں کہ "دیوار کے نیچے نہ کھڑا ہو تا یہ گرنے والی ہے" یا "وہ شہر کی دیوار کے نیچے سے گذرا" ان فقروں کے یہ معنے نہیں ہوتے۔ کہ کوئی آدمی دیوار کو کھود کر اس کے نیچے کھڑا ہوتا تھا یا دیواروں کو کرید کر ان کے نیچے نیچے جا رہا تھا بلکہ یہ ہیں کہ بلند دیوار کے ساتھ کھڑا ہوتا یا جا رہا تھا۔ اسی طرح طور کے بلند کرنے کے یہ معنی ہیں کہ وہ طور کے دامن میں کھڑے تھے۔ توریت خروج باب ۱۹۔ ورث ۱۶ تا ۲۵ میں ابیات کا ذکر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نبی اسرائیل کو پہاڑ کے نیچے کھڑا کر کے خود اوپر گئے تھے۔ اور انکو حکم تھا کہ پہاڑ پر نہ چڑھیں۔ اس آیت میں نبی اسرائیل کو وہی وقت یاد دلایا گیا ہے۔ جب حضرت موسیٰ ان کو نیچے چھوڑ کر اور سخت تاکید کر کے کہ پہاڑ پر نہ چڑھنا اوپر خدا تعالیٰ سے کلام کرنے گئے تھے۔ رفعنا فوقکم الطور کے معنے بخاری کتاب المناقب کی حدیث سے جو براء بن العازب نے حضرت ابو بکرؓ سے روایت کی ہے۔ کھل جاتے ہیں جسمیں حضرت ابوبکر سفر ہجرت کے متعلق فرماتے ہیں۔ فرفعت لنا صخرۃ طویلۃ لہا ظل لم تات علیہ الشمس۔ یعنے ہم جب مدینہ کی طرف آ رہے تھے۔ تو ہمیں ایک بڑا پتھر نظر آیا۔ جس کا سایہ سورج کے اثر سے محفوظ تھا۔ یہاں بھی پتھر کی نسبت رفع کا لفظ ہے۔ اور اس کے یہ معنے نہیں کہ پتھر ہمارے سر پر کھڑا کر دیا گیا تھا بلکہ یہ مطلب ہے کہ پتھر ہمیں نظر آیا۔ اور اس کے نیچے ہم پہنچ گئے۔ اور اسی محاورہ میں اس آیت میں رفعنا استعمال ہوا ہے۔ یعنی نبی اسرائیل کو طور کے نیچے یعنی دامن کوہ میں کھڑا کیا گیا۔ جیسا کہ توریت سے بھی میں نے حوالہ بتایا ہے ٭

ثُمَّ تَوَلَّيْتُم مِّن بَعْدِ ذَٰلِكَ ۖ فَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ

پھر تم پھر گئے بعد اس کے۔ سو اگر نہ ہوتا اللہ کا فضل تم پر

عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَكُنتُم مِّنَ الْخَاسِرِينَ ○

اور اس کی رحمت تو ضرور ہوتے تم خسارہ پانے والوں میں سے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ جب ہم نے تم سے عہد لیا۔ اور تم کو کچھ احکام دئے۔ اور کہا کہ جو کچھ اس میں ہے۔ اسپر عمل کرو تا تم بچ جاؤ گے۔ تو پھر تم یہ عہد کر کے پھر گئے پس اگر اللہ کا فضل اور رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم بڑے ٹوٹا پانے والوں میں سے ہوتے ٭

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدَوْا مِنكُمْ فِي السَّبْتِ

اور تحقیق تم جان چکے ہو ان لوگوں کو جو حد سے بڑھے تم میں سے سبت میں۔ پس

فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ ○

کہا ہم نے انکے حق میں کہ ہو جاؤ بندر ذلیل۔

اس دفعہ کے رحم سے بھی تم نے فائدہ نہ اٹھایا۔ اور پھر بھی شرارت ہی کی۔ آخر وہ لوگ بھی تو تم کو یاد ہی ہیں۔ جو تم میں سے ہی تھے۔ اور جنھوں نے سبت کے معاملہ میں حد سے زیادتی کی تھی۔ قرآن شریف نے اس امر کی دوسری جگہ تشریح فرما دی ہے کہ اعتدائی السبت۔ سبت میں کام کرنا تھا جو منع تھا۔ اگر اس آیت کے عام معنی لئے جائیں اور دوسری آیت سے ملا کر اس کے معنے نہ کئے جائیں۔ تو سبت کے معنے راحت اور آرام کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تم کو مال و دولت اور آرام و آسائش دی گئی تو پھر تم نے شرارتیں شروع کر دیں۔ اس لئے ہم نے تم کو ذلیل کر دیا۔ اور اگر پچھلی آیت سے تعلق سمجھا جاوے تو یہ معنی ہیں کہ جسطرح اب مسلمانوں میں جمعہ کا دن ہے۔ اسی طرح یہودیوں میں ہفتہ کا دن تھا۔ جس میں انکو عبادت کرنے کا حکم تھا۔ اور ہر قسم کے کام کی ممانعت تھی۔ لیکن انہوں نے اس حکم کی خلاف ورزی کی۔ اور لالچ میں آ گئے۔ اور وہ لالچ انکو اس طرح پیدا ہوئی کہ بعض دریا کے پاس رہنے والے لوگوں نے جب یہ دیکھا کہ مچھلیاں سبت کے دن کثرت سے آتی ہیں تو انہوں نے ایسے فریب کرنے شروع کئے۔ جن سے سبت کے دن بھی مچھلیوں کا شکار کر سکیں۔ مچھلیوں کا کسی خاص دن زیادہ آنا قابل تعجب نہیں۔ جانور بھی ایک حد تک عقل رکھتے ہیں۔ جہاں جانوروں کو کوئی ایذا نہیں دیتا وہاں کثرت سے جمع ہو جاتے ہیں۔ گنگا اور دوسرے دریاؤں کے ان گھاٹوں پر جہاں ہندو نہاتے ہیں۔ اور مچھلیوں کو پکڑنے کی کسی کو اجازت نہیں وہاں مچھلیاں بہت زیادہ دکھائی دیتی ہیں تو جانوروں کو جہاں اور جس وقت آرام یا کھانے کی چیز ملتی ہے وہاں موجود ہوتے ہیں۔ بعض لوگ صبح کے وقت جانوروں کو دانے ڈالتے ہیں تو ہر روز اسی وقت پرند آتے ہیں۔ اور بعض شام کو ڈالتے ہیں تو اس وقت آتے ہیں۔ چونکہ یہود کو ہفتہ کے دن شکار کرنا منع تھا۔ اس لئے اُسدن اور دنوں کی نسبت زیادہ مچھلیاں ظاہر ہوتی تھیں یہ دیکھ کر ان کو شکار کرنے کا زیادہ لالچ پیدا ہوا۔ جب کوئی انسان ذلیل ہونے پر آتا ہے تو بہت ادنےٰ ادنےٰ خواہشوں کی پیروی کرتا ہے۔ اُنہوں نے اُسدن

شکار کرنا شروع کر دیا۔ اس کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ جب تم نے ہمارے اتنے چھوٹے سے حکم کی بھی پرواہ نہ کی۔ اور زیادتی شروع کر دی تو ہم نے تم کو ذلیل کر دیا۔ عربی زبان کا محاورہ ہے۔ کہتے ہیں۔ قَرِدَ فلانٌ - فلاں آدمی بندر بن گیا۔ یعنی ذلیل ہو گیا ۔ (لسان العرب)

فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَ

پس بنایا ہم نے اسے عبرت اس کے سامنے والوں کیلئے اور بعد والوں کیلئے

مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝

اور نصیحت متقیوں کے لئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے اس واقعہ کو ان لوگوں کے لئے اور ان سے پیچھے آنے والوں کے لئے عبرت کا واقعہ بنایا۔ اور متقیوں کے لئے نصیحت۔ یعنی ہماری سزا کو دیکھ کر شریر عبرت اور نیک نصیحت پکڑ سکتے تھے ۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ

اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم سے کہ تحقیق اللہ حکم دیتا ہے تمہیں کہ تم ذبح کرو ایک گائے کو

اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو کہ اللہ نے تم کو حکم دیا ہے کہ ایک گائے کو ذبح کرو

قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝

انہوں نے کہا کیا تو بناتا ہے ہمیں جائے تمسخر۔ اس نے کہا کہ میں پناہ لیتا ہوں اللہ کی اس بات سے کہ ہوں میں جاہلوں میں

انہوں نے موسیٰ کو کہا کہ کیا تو ہمیں ایسے شخص سمجھتا ہے۔ جن سے ہنسی کی جائے۔ موسیٰ نے کہا کہ میں تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔ اس بات سے کہ جاہلوں میں سے ہو جاؤں ۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہنسی ٹھٹھا کرنا جاہلوں کا کام ہوتا ہے۔

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ

انہوں نے کہا پکار ہمارے لئے اپنے رب کو کہ ظاہر کرے ہمارے لئے کہ وہ کیسی ہے اس نے کہا کہ تحقیق

اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ؕ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ؕ

وہ فرماتا ہے کہ تحقیق وہ ایسی گائے ہے جو نہ بوڑھی ہے اور نہ بچھیا جوان ہے، درمیان اس کے ہے

فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ۝

پس کرو جو تمہیں حکم دیا جاتا ہے۔

اس پر یہود نے کہا کہ تم اللہ تعالیٰ کو ہماری طرف سے پکارو۔ اور دریافت کرو کہ وہ کیا ہے یعنے کیسی گائے ذبح کرنے کا حکم ہے۔ موسیٰ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ ایسی گائے ہے جو نہ بوڑھی ہے اور نہ بچہ ہی ہے۔ درمیانی عمر کی ہے۔ پس جو کچھ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وہ کر بھی لو۔ زیادہ باتیں نہ بناؤ ۔

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ

انہوں نے کہا کہ پکار ہمارے لئے اپنے رب کو کہ ظاہر کرے ہمارے لئے کہ کیا رنگ ہے اس کا اس نے کہا

يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ۝

تحقیق وہ فرماتا ہے کہ تحقیق وہ گائے ہے زرد رنگ کی۔ گوڑھا ہے اس کا رنگ وہ خوش کرتی ہے دیکھنے والوں کو

انہوں نے کہا کہ اے موسیٰ اپنے رب سے ہمارے لئے دعا کر تاکہ وہ ہمیں بتا دے کہ اس کا رنگ کیا ہے۔ موسیٰ نے کہا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ زرد گائے ہے۔ اس کا رنگ بہت تیز ہے۔ اور وہ لوگوں کو خوش کرتی ہے ۔ فاقع عربی زبان میں صفراء کی صفت کے طور پر آتا ہے۔ اسی طرح مختلف رنگوں کی تیزی بیان کرنے کے لئے مختلف الفاظ استعمال ہوتے ہیں جیسے سوداء حالک یعنی سخت سیاہ تسر الناظرین کے دو معنے ہیں۔ ایک تو کہ وہ گائے ایسی خوبصورت ہو کہ دیکھنے والا اسے دیکھ کر خوش ہو جاتا ہے دوسرے یہ کہ اس کا رنگ ایسا ہے کہ دیکھنے والے کو پسند آتا ہے۔ گو لون کا لفظ مذکر ہے اور تسر مؤنث کا صیغہ ہے۔ لیکن عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ بعض دفعہ تذکیر و تانیث میں مضاف الیہ کا لحاظ رکھتے ہیں۔ اور چونکہ لون مضاف ہے۔ ہا کی طرف جو مؤنث ہے اس لئے تسر صیغہ مؤنث آگیا ۔

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۙ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ

انہوں نے کہا کہ پکار ہمارے لئے اپنے رب کو کہ وہ ظاہر کرے ہمارے لئے کہ وہ کیسی ہے تحقیق وہ

عَلَيْنَا ؕ وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ۝

گائے مشتبہ ہو گئی ہم پر اور تحقیق ہم اگر اللہ نے چاہا تو ضرور ہدایت کو قبول کرنیوالے ہیں

پھر انہوں نے کہا کہ اے موسیٰ اپنے رب سے ہمارے لئے دعا کر تاکہ وہ ہمیں بتا دے کہ وہ کیا ہے کیونکہ گائے ہم پر مشتبہ سی ہو گئی ہے یعنی ابھی ہم نہیں سمجھے کہ کونسی گائے ذبح کریں اور کونسی نہ کریں۔ اس لئے وہ کوئی اور نشانی بتائے۔ اگر ہمیں اللہ تعالیٰ کا منشاء معلوم ہو گیا تو انشاء اللہ ہم ہدایت پا جائینگے ۔

قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا

اس نے کہا کہ تحقیق وہ فرماتا ہے کہ تحقیق وہ ایسی گائے ہے جو نہ کمیری ہے کہ زمین جوتتی ہو

تَسْقِى الْحَرْثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا ؕ

اور نہ پانی دیتی ہے کھیتی کو۔ صحیح سالم ہے اس میں کوئی داغ نہیں ہے ۔

موسیٰ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ گائے ہے جو نہیں جوتی گئی کہ زمین کو پھاڑے ۔ اور نہ وہ گائے کھیت کو پانی پلانے والی ہے۔ سلامت ہو ہر ایک عیب سے اور اس کے بدن پر کوئی داغ بھی نہیں ۔ ذلول بقرۃ کی صفت ہو۔ فعول جب صفت کے طور پر آئے ۔ تو اس کے آخر میں ۃ تانیث کے لئے نہیں آتی۔ جیسے کہتے ہیں۔ امرأۃ صبور۔ اسی طرح ولا تسقی الحرث اور مسلمۃ اور لا شیۃ فیھا بھی بقرۃ کی صفات ہیں ۔

قَالُوا الْئٰنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ط فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا

انہوں نے کہا کہ اب لایا ہے تو حق کو - تب ذبح کیا انہوں نے اُسے اور ان سے نہیں توقع

يَفْعَلُوْنَ ع

تھی کہ کرتے ۔

انہوں نے کہا کہ اب تو نے سچ کہا ہے۔ اور حق بات لایا ہے۔ پس انہوں نے اس کو ذبح کر دیا اور قریب نہ تھا کہ وہ ذبح کرتے ۔

ان آیتوں اور اس کے ساتھ کی اگلے رکوع کی آیت پر لوگوں نے بڑی بڑی بحثیں کی ہیں۔ ان کو ملا کر لوگ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ ایک آدمی قتل ہو گیا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کو الہام ہوا کہ فلاں گائے کو ذبح کر کے اس کے گوشت کا ٹکڑا اسے مارو تو وہ زندہ ہو جائے گا۔ اسی لئے اس گائے کو ذبح کیا گیا۔ اور اس کے گوشت کا ٹکڑا اس مقتول کو مارا گیا جس سے وہ زندہ ہو گیا۔ اور اس نے اپنے قاتل کا پتہ بتا دیا لیکن قصہ گھڑنے پر انہیں یہ مصیبت پڑی کہ خدا کو یہ تماشا بنانے کی کیا ضرورت تھی کہ ایک گائے کو لئے اصرار سے ذبح کروایا تا کہ وہ مُردہ زندہ ہو۔ پھر وہ کہتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ ایک متقی آدمی مر گیا تھا اس کا ایک بیٹا تھا جس کے لئے اس کے پاس کوئی سامان نہ تھا۔ اس نے مرنے سے پہلے اس کے لئے دُعا کی ۔ تو الہام ہوا کہ ہم خود سامان کر دینگے یہ جو تمہارے پاس بچھڑا ہے ۔ اس کو جنگل میں چھوڑ دو۔ پس اس نے اس کو جنگل میں آزاد کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسی گائے کا الہام موسیٰ علیہ السلام کو کیا۔ اور وہی شرطیں بیان کیں جو صرف اسی میں پائی جاتی تھیں۔ جس سے غرض یہ تھی کہ اس لڑکے کو روپیہ ملے۔ اب اس شبہ کے جواب کے لئے کہ اس گائے کو کسی اور نے پکڑ کر کیوں انعام نہ لیا یہ قصہ بنایا ہے کہ چونکہ وہ گائے جنگل میں رہتی تھی۔ اس لئے لوگوں کے ہاتھوں سے محفوظ تھی۔ اور اگر کوئی اور پکڑنے کی کوشش بھی کرتا تو پکڑی نہ جاتی تھی بلکہ صرف اسی لڑکے کے اشارہ پر قریب آتی تھی۔ لوگوں نے اس لڑکے کو کہا کہ تم روپیہ لو اور گائے ہمیں پکڑا دو تا کہ ہم اس کو ذبح کر کے اپنا پیچھا چھوڑائیں۔ کوئی مفسر تو لکھتا ہے کہ اتنے ہزار دینار انہوں نے اس لڑکے کو دیا تھا۔ گویا اس کا سودا کروانے میں یہ بھی شامل تھا۔ دوسرا کہتا ہے ۔ گائے کے ہم وزن تول کر سونا دیا گیا تھا۔ غرضیکہ اس قصہ میں سخت اختلاف ہو۔ ایک مفسر لکھتا ہے کہ وہ جنت کی گائے تھی۔ ایک لکھتا ہے کہ اس کا تمام رنگ زرد تھا۔ لیکن دوسرا کہتا ہے نہیں صرف سینگ اور کھر زرد تھے۔ ان اختلافات کو میں نے گنا تھا قریباً بیس پچیس ہیں۔ حالانکہ قرآن میں ان باتوں کا کوئی ذکر نہیں۔ اور نہ ہی اگلی آیت کا ان سے کچھ تعلق ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے لفظ **اذ** فرما کر دونوں واقعات کو الگ الگ کر دیا ہوا ہے ۔

اس واقعہ کی نسبت بائیبل میں یوں لکھا ہے کہ "پھر خداوند نے موسیٰ اور ہارون کو خطاب کر کے فرمایا یہ شریعت کا حکم ہے جو خداوند نے یہ کہتے ہوئے فرمایا کہ بنی اسرائیل کو کہہ کہ ایک لال گائے جو بے داغ اور بے عیب ہو۔ اور جس پر کبھی جوا نہ رکھا گیا ہو تجھ پاس لائیں۔ تم اسے الیعزر کاہن کو دو کہ اسے خیمہ گاہ سے باہر لیجائے۔ اور وہ اس کے حضور ذبح کی جائے۔ اور الیعزر کاہن اپنی انگلی پر اس کا لہو لے۔ اور جماعت کے خیمے کے آگے کی طرف اس کے لہو کو سات مرتبہ چھڑکے۔ پھر اس کی آنکھوں کے سامنے وہ گائے جلائی جائے۔ اور اس کا چمڑا اس کا گوشت اس کا خون اس کے گوبر سمیت سب جلایا جائے۔ پھر کاہن وہاں دیودار کی لکڑی اور زوفا اور قرمز لے کے اس جلتی ہوئی گائے پر ڈال دے۔ تب کاہن اپنے کپڑے دھوئے۔ اور اپنا بدن پانی سے دھوئے۔ بعد اس کے خیمہ گاہ میں داخل ہو۔ اور کاہن شام تک ناپاک رہیگا اور وہ جو اسے جلاتا ہے اپنے کپڑے پانی سے دھوئے۔ اور اپنا بدن پانی سے دھوئے اور شام تک ناپاک رہے گا۔ اور کوئی پاک شخص اس گائے کی راکھ کو جمع کرے۔ اور خیمہ گاہ کے باہر صاف جگہ دھرے۔ یہ بنی اسرائیل کی جماعت کے لئے محفوظ رہے گی تاکہ جدائی کے پانی میں ملائی جائے۔ ہر گناہ سے پاک کرنے کے لئے ہے۔ اور وہ جو اس گائے کی راکھ کو سمیٹتا ہے۔ اپنے کپڑے دھوئے۔ اور شام تک ناپاک رہے گا۔ اور یہ بنی اسرائیل کے اور اس پردیسی کے لئے جو ان میں بودوباش کرتا ہے۔ **ہمیشہ کے واسطے قانون ہے** ۔ گنتی باب ۱۹ ۔

اس حوالہ میں گائے کا رنگ لال بتایا گیا ہے۔ لیکن اصل میں یہ ترجمہ کا نقص ہے۔ عربی میں ایسی گائے کو جو سُرخی مائل زرد رنگ کی ہو۔ صفرا کہتے ہیں اور انگریزی میں ایسی گائے کو ریڈ یعنے سُرخ کہتے ہیں۔ پس ترجمہ کرنے والے نے اپنی زبان کے محاورہ کے مطابق اس کا ترجمہ کر دیا۔ اور آگے دوسرے مترجموں نے اس سے نقل کر دیا۔ اور اردو کے مترجم نے ریڈ کے اصلی معنی سُرخ کہدئے ہیں۔ اس آیت کو سمجھنے کے لئے ہمیں قرآن کریم کی بعض دوسری آیات پر بھی نظر رکھنی چاہیئے۔ اسی سورۃ میں دو تین جگہ اللہ نے یہود کی نسبت فرمایا ہے کہ ان کے دلوں میں گائے کی بہت عزت تھی اور جب انکو موقع ملتا تھا۔ گائے کی پرستش کی طرف جھک جاتے تھے۔ چنانچہ پیچھے آچکا ہے کہ جب موسیٰ چالیس راتوں کے وعدہ کے مطابق طور پر گئے تو انھوں نے بچھڑے کو معبود بنا لیا۔ اصل بات یہ ہے کہ فرعونیوں میں گائے کی پرستش کی جاتی تھی جس کا مصر کی تاریخ قدیم سے پتہ ملتا ہے۔ فرعون مصر کی قبر پر بھی گائے کی شکل بنی

ہوئی تھی - بادشاہان مصر کے مقابر میں اب تک گائے کی تصاویر کندہ چلی آتی ہیں چونکہ بنی اسرائیل فراعنہ کے ماتحت دو سو سال سے زائد رہے تھے - اس لئے ویسے ہی خیالات ان کے دل میں بھی بیٹھے ہوئے تھے - اس لئے اللہ تعالیٰ نے گائے کے ذبح کرنے کا رواج ڈالا تاکہ اس ذریعہ سے ان کے دل سے گائے کا احترام اُٹھ جائے ایک مسلمان بزرگ نے اپنے زمانہ میں مسلمانوں کو نصیحت کی تھی کہ مسلمان ہندوستان میں کثرت سے گائے کی قربانی کیا کریں ورنہ ایک دن دُکھ پائیں گے - اگر گائے کی قربانی کا رواج مسلمانوں میں کثرت سے ہوجاتا - تو ہندوؤں میں اس کے احترام کا احساس ہی پیدا نہ ہوتا - اور آج مسلمانوں کو مصائب کا نشانہ نہ بننا پڑتا ٭

غرض بنی اسرائیل کے دلوں میں چونکہ گائے کی عزت کا خیال جاگزین تھا اللہ تعالیٰ نے اس خیال کو مٹانے کے لئے جو شرک کا محرک تھا انہیں گائے کی قربانی کو رائج کرنے کا موسیٰ کو حکم دیا تا اس طرح آہستہ آہستہ ان کے دل سے گائے کا احترام جاتا رہے اس لئے موسیٰ علیہ السلام نے ان کو کہا کہ گائے ذبح کردو - وہ چونکہ گائے کی عزت کرتے تھے - اور اس کو پاک سمجھتے تھے - اس لئے کہنے لگے - کہ کیا حضور ہم سے ہنسی تو نہیں کرتے - موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں تو جاہلوں یعنے ہنسی کرنے والوں سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں - مکار آدمی حکم کو باتوں میں ہی ٹالنا چاہتا ہے - اسی طرح انہوں نے کئی باتیں بنا بنا کر بچنے کے لئے بہت ہاتھ پاؤں مارے - لیکن کامیاب نہ ہوسکے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انکے زیر نظر کوئی خاص گائے تھی جس کے لئے وہ بار بار پوچھتے تھے - اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اگر تم زیادہ باتیں پوچھتے جاتے ہو تو لو ہم بھی کھول کر بتاتے ہیں - انہوں نے خود سوال کرکر کے اس گائے کی تخصیص کروائی - ورنہ عام طور پر گائے کے ذبح کرنے کا حکم تھا کوئی کردیتے - وہ جب مجبور ہوگئے - اور بچنے کا کوئی رستہ نہ پاسکے تو کہا کہ ہاں اب ٹھیک لائے ہو - پس انھوں نے گائے کو ذبح تو کردیا - مگر ان کا دل نہیں چاہتا تھا ٭

سورہ بقرہ رکوع نہم

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ؕ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ

اور جب قتل کیا تھا تم نے ایک نفس کو پس دُور کیا تم نے اس کو اپنے سے - اور اللہ اس

مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۚ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ؕ كَذٰلِكَ

کو نکالنے والا تھا جو کچھ تم چھپاتے تھے - پس کہا ہم نے مارو اس کو اس کے بعض کے بدلے - اسی

يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝

طرح زندہ کرتا ہے اللہ مردوں کو - اور دکھاتا ہے تمکو اپنی آیات تاکہ تم رُک جاؤ -

اور یاد کرو جبکہ قتل کیا تھا تم نے ایک جان کو پس دور کیا تم نے اس قتل کے معاملہ میں اپنے سے اور اللہ تعالیٰ نکالنے والا تھا اسے جو تم چھپاتے تھے - پس ہمنے کہا کہ مارو اسے اس کے بعض کے سبب سے اسی طرح زندہ کرتا ہے - اللہ تعالیٰ مردوں کو اور تم کو اپنی آیات دکھاتا ہے تاکہ تم رک جاؤ ٭

جیسا کہ مینے پچھلے رکوع کے درس میں بیان کیا تھا ہمارے پہلے مفسرین نے اس آیت کو اور پہلی آیت کو ملاکر معنے کئے ہیں - لیکن ان کے اس فعل کا یہ نتیجہ نکلا ہے - کہ انہیں بے سروپا قصوں پر اپنے تمام خیالات کی بنیاد رکھنی پڑی ہے - جن کا دینی مسائل کے حل کرنے میں استعمال کرنا خطرناک نتائج پیدا کردیتا ہے - ہمیں کسی آیت کے معنے کرتے وقت پہلے تو اس بات کو مدنظر رکھنا چاہیئے کہ قرآن کریم کی دوسری آیات اس کی کیا تشریح کرتی ہے - اور خود اس آیت کے الفاظ سے کیا ظاہر ہوتا ہے - دوم یہ قرآن کریم کی نعمت جس مبارک انسان کے ذریعہ ہمیں حاصل ہوئی ہے اس نے اس آیت کی کیا تشریح فرمائی ہے - تیسرے یہ کہ تاریخ سے اس پر کیا روشنی پڑتی ہے - چوتھے یہ کہ لغت عرب ہمیں کس حد تک معنے کرنے کی اجازت دیتی ہے - جو معنے مفسرین نے اس آیت کے کئے ہیں وہ ایسے دور از عقل اور نقل ہیں کہ کوئی عقل سلیم انہیں قبول کرنے پر تیار نہیں - اول تو انہوں نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ قرآن کریم کے الفاظ کے ہم صریح خلاف جارہے ہیں - قرآن کریم میں ان قصوں کی کوئی اصل نہیں پائی جاتی جو ہم یہاں درج کرتے ہیں - کیونکہ قرآن کریم میں نہ تو ایسی گائے کا ذکر ہے - جو جنت سے آئی تھی - اور نہ کسی ایسی گائے کا جسے کسی شخص نے اپنی اولاد کے فائدہ کے لئے جنگل میں چھوڑ دیا تھا اور نہ یہ ذکر ہے کہ کوئی شخص قتل کرکے اسے گائے کا ٹکڑا مارا گیا تھا اور وہ پھر زندہ ہوگیا تھا - اور اسنے قاتل کا پتہ بتادیا تھا - غرض ان قصص میں ایسے بہت سے مضامین ہیں جن کا قرآن کریم میں کہیں بھی ذکر نہیں - اور اپنی طرف سے قرآن کریم کی عبارت میں نئے مفہوم داخل کردئے گئے ہیں - دوم احادیث بھی ان قصص کے مضامین سے بالکل پاک ہیں - اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ واقعات بیان کرتے جو ہمارے مفسرین نے درج کئے ہیں تب بھی ایک مسلمان کے لئے جائے دم زدن نہ تھی - کیونکہ آپ قرآن کریم کے بہترین مفسر تھے - اور چونکہ پاکیزگی اور طہارت میں کل بنی نوع انسان پر فضیلت لیگئے تھے - اس لئے آپ سے بہتر خدا تعالیٰ کے کلام کے سمجھنے کا کوئی شخص اہل ہو بھی نہیں سکتا تھا - لیکن آپ سے بھی ان قصص کا روایت نہ کیا جانا انکی بے ہودگی کا بین ثبوت ہے - سوم - تاریخ سے بھی ہم اس آیت کو حل کرسکتے تھے کیونکہ بہت سے واقعات پر تاریخ سے بھی روشنی پڑتی ہے - اگر تاریخ سے ہمیں کوئی ایسا واقعہ ثابت ہوجاتا - کہ کسی مقتول کے قاتل کے دریافت کرنے کے لئے کبھی